[illegible]
ترجمہ: رحمت فرخ آبادی ایم اے

شاہ عبداللطیف بھٹائی کے بارے میں تحقیق کا مختصر جائزہ

شاہ عبداللطیف، ایک بحرِ بے کراں اور متلاطم سمندر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ الفاظ کی بندش، محاورہ کی حسین پیچیدگی، خیال آرائی اور رنگینیت کے سُروں کا نئے انداز سے ملاپ اور حسین امتزاج کسی ایک ہی شاعر کے کلام میں اس طرح نہیں ملتا۔ یہ ادب میں ایک قسم کا کرشمہ ہے۔ ان میں سے ہر موضوع ایک الگ تحقیق اور جستجو کا متقاضی ہے۔ اکثر و بیشتر ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب کوئی شے ہمارے جذبات و احساسات سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہوتی ہے یا انسانی شعور پر حاوی ہوجاتی ہے تو اس شے کی ہمہ رنگ شخصیت کے کسی ایک انفرادی انداز پر دل مطمئن نہیں ہوتا بلکہ ایک انسان اس کی مجموعی کیفیت سے ہی لطف اندوز ہونا زیادہ اچھا سمجھتا ہے۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی ہمارے محبوب شاعر ہیں لیکن ہم صرف ان کی ظاہری خصوصیات کے مختلف عناصر پر ہی اکتفا کرتے رہے ہیں۔ جن اصحابِ علم نے شاہ عبداللطیف بھٹائی کو اپنے غور و فکر کا موضوع بنایا ہے، وہ بھی ان کی مجموعی خصوصیات اور ان کے حسین اندازِ نظر سے مرعوب ہیں۔ درحقیقت ہمیں اس سے صرف نظر کرکے ان کی ہمہ گیر شخصیت اور شعری سرمائے کے بارے میں تحقیق و جستجو کرنی چاہیے۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی نے ہمیں وہ زبان دی ہے جو ہزاروں سال کی تہذیب کے اثرات کو اپنے جلو میں لیے ہوئے ہے۔ اگرچہ موئن جو دڑو کے دور کے رسم الخط کو اب تک پڑھا نہیں جاسکا ہے لیکن اس تہذیب کے اثرات شاہ موصوف کے کلام میں جستہ جستہ ملتے ہیں۔ اسی طرح سنسکرت ادب کے تمدنی اثرات بھی ان کے کلام میں موجود ہیں اور اسلامی تہذیب کے عربی، عجمی اور مقامی خصوصیات تو ان کے کلام میں ایک نئے انداز میں موجود ہیں۔

شاہ کے کلام اور ان کی سوانح حیات پر اب تک جن عالموں اور ادیبوں نے لکھا ہے، ان میں میر عبدالحسین خان تالپور، مرزا قلیچ بیگ، ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ، ڈاکٹر گربخشانی، لیلا رام وطن مل، ڈاکٹر سورلے، جیٹھمل پرسرام، مولوی محمد دین وفائی، مولانا غلام محمد شاہوانی، کلیان اڈوانی، علامہ آئی آئی قاضی، بھیرومل مہر چند [illegible]، ڈاکٹر نبی بخش بلوچ، شیخ ایاز، تنویر عباسی، تجمل [illegible]، کمتر نقوی، ڈاکٹر غلام علی الانہ، ڈاکٹر عبدالجبار جونیجو، محمود یوسفانی اور [illegible] زیادہ قابل ذکر ہیں، درج بالا اور دیگر حضرات نے شاہ

عبداللطیف بھٹائی کی شاعری اور شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر سندھی، اردو، انگریزی، فارسی اور جرمن زبان میں مضامین اور کتب لکھی ہیں۔

لیکن اس کے باوجود ہم یہ دیکھتے ہیں کہ شاہ عبداللطیف بھٹائی کے بارے میں تسلی بخش کام اب تک نہیں ہوا ہے۔ مثلاً ان کے کئی ابیات کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ شاہ عبداللطیف بھٹائی کے ہیں یا کسی دوسرے کے۔ اسی طرح شاہ صاحب کے مجموعۂ کلام "شاہ جو رسالو" میں الحاقی کلام بھی شامل ہو گیا ہے جس کے بارے میں کافی تحقیق و جستجو اب تک کی جا چکی ہے لیکن اب بھی مزید تحقیق کی گنجائش ہے۔ مثلاً سُر کیڈارو کے بارے میں یہ اختلاف ہے کہ یہ شاہ کا کلام ہے یا نہیں۔ سندھ کے علمی، ادبی اور ثقافتی اداروں مثلاً بھٹ شاہ ثقافتی مرکز، سندھی ادبی بورڈ اور انسٹیٹیوٹ آف سندھالوجی جامعہ سندھ کی طرف سے اور کافی حد تک انفرادی کوششوں سے شاہ کے رسالے کے مختلف مطبوعہ نسخے اور ان کی تشریح پر مبنی کتب اور اخبار و رسائل میں مضامین شائع ہو چکے ہیں، اسی طرح "شاہ جو رسالو" کے سُر الگ الگ کتابی صورت میں بھی شائع کیے گئے ہیں اور تقریباً تیس کے قریب شاہ جو رسالو کے قلمی نسخے دریافت ہو چکے ہیں۔

"شاہ جو رسالو" کے جو نسخے مطبوعہ شکل میں آ چکے ہیں، ان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

۱- جرمن عالم ڈاکٹر ارنسٹ ٹرمپ وہ پہلے فرد ہیں، جنھوں نے ۱۸۶۶ء میں جرمنی کے شہر لیپزگ سے "شاہ جو رسالو" شائع کیا۔ ڈاکٹر ٹرمپ کو حکومتِ برطانیہ کی مالی امداد و اعانت حاصل تھی، لیکن اس کے بعد شاہ جو رسالو کی طباعت پر اتنے زاید اخراجات آئے تھے کہ انھوں نے رسالو کے کئی سُر جن میں سرمارئی بھی شامل ہے، شائع نہ کیا۔

۲- قاضی ابراہیم کا "شاہ جو رسالو" لیتھو میں بمبئی سے ۱۸۶۷ء سے شائع ہوا۔

۳- دیوان تاراچند شوقی رام کی زیرِ نگرانی بمبئی کے محکمہ تعلیم نے ۱۹۰۰ء شاہ جو رسالو شائع کیا۔

۴- مرزا قلیچ بیگ نے ۱۹۱۳ء میں شاہ جو رسالو شائع کیا۔

۵- ڈاکٹر گربخشانی کے ترتیب کردہ شاہ جو رسالو کے نسخے کی پہلی جلد ۱۹۲۳ء میں، دوسری جلد ۱۹۲۴ء میں اور تیسری جلد ۱۹۳۱ء میں شائع ہوئی۔

۶- [illegible]

۷ - مولانا غلام مصطفےٰ قاسمی نے شاہ جو رسالو مرتب کیا اور اس کی پہلی جلد ۱۹۵۱ء میں کراچی سے شائع کی۔

۸ - خان بہادر محمد صدیق میمن نے شاہ رسالو سندھ مسلم ادبی سوسائٹی حیدر آباد کے زیرِ اہتمام ۱۹۵۱ء میں شائع کیا۔

۹ - محمد عثمان ڈیپلائی کا مرتب کردہ شاہ جو رسالو۔ دفتر لطیفی حیدر آباد کے زیرِ اہتمام ۱۹۵۱ء میں شائع ہوا۔ اس میں الحاقی کلام بھی شامل ہے۔

۱۰ - کلیان اڈوانی کا مرتب کردہ شاہ جو رسالو جو ۱۹۵۸ء میں ہندوستان کتاب گھر بمبئی کے زیرِ اہتمام شائع ہوا۔

۱۱ - علامہ آئی آئی قاضی کا مرتب کردہ شاہ جو رسالو ۱۹۶۱ء میں سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد کے زیرِ اہتمام شائع ہوا

۱۲ - محمد عثمان ڈیپلائی کا مرتب کردہ شاہ جو رسالو کا جیبی سائز ایڈیشن ۱۹۶۳ء میں شیخ غلام علی تاجرانِ کتب نے شائع کیا۔

۱۳ - ڈاکٹر نبی بخش بلوچ نے تین قدیم قلمی نسخوں کو سامنے رکھ کر شاہ جو رسالو مرتب کیا جسے ۱۹۷۴ء میں بھٹ شاہ ثقافتی مرکز نے شائع کیا۔

۱۴ - برٹش میوزیم کے قلمی نسخے کو ترتیب دے کر ڈاکٹر نبی بخش بلوچ نے ۱۹۶۹ء میں بھٹ شاہ ثقافتی مرکز کے زیرِ اہتمام شائع کیا۔

۱۵ - سُر سسئی سے شروع ہونے والے دس قلمی نسخوں کو سامنے رکھ کر ڈاکٹر نبی بخش بلوچ نے شاہ جو رسالو مرتب کیا جسے ۱۹۷۷ء میں بھٹ شاہ ثقافتی مرکز نے شائع کیا۔

انگریزی میں مسز ایلسا قاضی نے شاہ جو رسالو کے منتخبات کا RISALO OF SHAH ABDUL LITIF (Selections) کے نام سے ترجمہ کیا اور اسے سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد نے ۱۹۶۵ء میں شائع کیا۔

اسی طرح نیاز ہمایوں نے شاہ جو رسالو کی کچھ داستانیں فارسی میں ترجمہ کیں جو سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد کے جریدہ سہ ماہی مہران (سندھی) میں شائع ہوئیں۔

شاہ جو رسالو پانچ جلدوں میں اردو بریل سسٹم میں انسٹیٹیوٹ آف سندھالوجی، جامعہ سندھ کے [illegible]

شاہ عبداللطیف بھٹائی ثقافتی مرکز کمیٹی بھٹ شاہ کے زیر اہتمام شاہ صاحب کے کلام اور ان کی سوانح حیات کے بارے میں جامع تحقیقات درج ذیل بیس جلدوں میں شائع کی گئی ہیں۔

(الف) شاہ کے رسالو کے سُروں کا تحقیقی مطالعہ

۱۔ شاہ کے کلام میں اسلامی اقدار ۱۹۶۷ء
۲۔ شاہ کے کلام میں انسانی اخلاق و کردار کا معیار ۱۹۶۸ء
۳۔ شاہ، سندھی بولی کا معمار ۱۹۶۹ء
۴۔ سُر کلیان کا مطالعہ ۱۹۷۰ء
۵۔ سُر جمن کا مطالعہ ۱۹۷۱ء
۶۔ سُر کنھبات کا مطالعہ ۱۹۷۲ء
۷۔ سُر سریراگ کا مطالعہ ۱۹۷۳ء
۸۔ سُر راموندی کا مطالعہ ۱۹۷۴ء
۹۔ سُر سوہنی کا مطالعہ ۱۹۷۵ء
۱۰۔ سُر سسئی آبری کا مطالعہ ۱۹۷۶ء
۱۱۔ سُر معذوری کا مطالعہ ۱۹۷۷ء

(ب) شاہ صاحب کے کلام اور سوانح کے بارے میں بنیادی مآخذ و کتب کی اشاعت

۱۔ لطائف لطیفی فارسی۔ میر عبدالحسین خاں سانگی ۱۹۶۷ء
۲۔ شاہ جو رسالو (نسخہ برٹش میوزیم)۔ تصحیح ڈاکٹر نبی بخش بلوچ ۱۹۶۹ء
۳۔ احوال شاہ عبداللطیف بھٹائی۔ مرزا قلیچ بیگ ۱۹۷۲ء
۴۔ شاہ جو رسالو کے سرچشمے۔ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ ۱۹۷۲ء
۵۔ شاہ جو رسالو کی ترتیب " ۱۹۷۳ء
۶۔ شاہ جو رسالو تین قدیم نسخوں کے مطابق۔ " ۱۹۷۳ء
۷۔ پنج گنج، تصنیف قادر بخش بیدل۔ مرتبہ فقیر سبحان بخش، سجادہ نشین درگاہ، بیدل۔ سندھڑی ۱۹۷۶ء
۸۔ شاہ جو رسالو، سُر سسئی سے شروع ہونے والے دس قلمی نسخوں کی تصحیح۔ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ۔ ۱۹۷۷ء

۹۔ سندھی موسیقی کی مختصر تاریخ۔ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ، ۱۹۷۸ء

درج بالا کتاب "شاہ جو رسالو" کے سرچشمے" میں چالیس قلمی اور تیرہ مطبوعہ نسخوں سے تعارف کرایا گیا ہے اور ہر نسخے کا سن طباعت یا سال طبع درج کیا گیا ہے جس سے اس کی قدامت کا پتا چلتا ہے۔اسی طرح کے سُر اور داستانوں کی تفصیل، رسم الخط اور دیگر اہم خصوصیات کا بھی مختصراً تذکرہ کیا گیا ہے۔

۷۵-۱۹۷۴ء کے تعلیمی سال کے دوران "جامعہ سندھ" کے شعبہ لائبریری سائنس کی طالبہ محترمہ رعنا شفیق سندھی نے ایم، ایل، ایس کی ڈگری کے لیے اپنا مقالہ بعنوان A Bibliography on Shah مرتب کیا اور کتابیات شاہ عبداللطیف بھٹائی کے سلسلے میں ایک اہم مآخذ ہے۔ رعنا شفیق سندھ کے مشہور ادیب مرحوم محمد حنیف صدیقی کی صاحب زادی ہیں اور ایک اچھی افسانہ نگار ہیں۔ انھوں نے اپنے اس مقالے میں ترپن قلمی نسخوں اور ستائیس مطبوعہ نسخوں کا تعارف کرایا ہے۔ اس کے علاوہ اردو، انگریزی، فارسی اور سندھی کتب کا بھی اندراج زبان کے لحاظ سے الگ الگ کیا ہے اور اپنے اس مقالے کو لائبریری سائنس کے جدید اصولوں کے مطابق ترتیب دیا ہے۔

اسی طرح انسٹیٹیوٹ آف سندھیالوجی نے ۱۹۷۷ء میں ڈاکٹر عبدالجبار جونیجو کی مرتب کردہ کتاب بعنوان "لطیفیات" جو حضرت شاہ عبداللطیف کی سوانح اور مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کلام کی کتابیات ہے، شائع کی ہے۔ ڈاکٹر عبدالجبار بیک وقت سندھی کے ایک قادر الکلام شاعر، افسانہ نگار، مضمون نگار، نقاد اور محقق ہیں، اور جامعہ سندھ کے شعبہ سندھی میں پروفیسر ہیں۔ شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کے بارے میں اس کتابیات کے بارے میں کافی معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ اس کتاب کے پیش لفظ میں فاضل مرتب نے لکھا ہے کہ محکمہ اطلاعات سندھ اور بھٹ شاہ ثقافتی مرکز کے مخزنوں کے کئی شمارے تلاش بسیار کے باوجود دستیاب نہ ہو سکے۔ اسی طرح جو مقالے اخباروں میں شائع ہوتے ہیں ان کو بہت ہی کم اس کتابیات میں شامل کیا گیا ہے۔ یہ فہرست اس وقت مکمل ہو گی جب اس میں ان تمام کتب اور مقالات کا اندراج ہو جائے گا جو اب تک شامل نہیں ہوئے ہیں۔

شاہ عبداللطیف بھٹائی کے بارے میں اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے، اس کی فہرست تیار کرنے کی ضرورت ہے۔ محترم نجف علی شاہ کہتر نقوی نے شاہ عبداللطیف بھٹائی پر جو تحقیقی کام کیا ہے، اس کے لیے انھوں نے اپنی زندگی وقف کر دی لیکن اب ان کے اس تحقیقی کام کی طباعت کا مسئلہ درپیش ہے۔

شعبہ سندھی، جامعہ سندھ کے زیرِ اہتمام سندھی علم و ادب اور ادیبوں کے افکار و حالات پر کئی کارآمد تحقیقی مقالے لکھے گئے ہیں اور اس وقت شاہ عبداللطیف کے فن اور ان کی شخصیت پر ڈاکٹریٹ کے لیے دو تحقیقی مقالے اور ایک ایم۔اے کے لیے مونوگراف لکھا جا رہا ہے، شاہ لطیف بھٹائی کے ہر سُر پر الگ الگ ڈاکٹریٹ ہو سکتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارے اہلِ قلم شاہ لطیف کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ اسی طرح ہم سب کی یہ مشترکہ ذمہ داری ہے کہ شاہ جو رسالو کا پاکستان کی تمام زبانوں اور دنیا کی مشہور زبانوں مثلاً انگریزی، فرانسیسی، جرمنی، عربی، روسی اور چینی زبانوں میں ترجمہ کریں، لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ ناقدین نے خود شاہ لطیف بھٹائی کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی ہے بلکہ ہر نقاد نے اپنی سوچ اور فکر کے مطابق شاہ کو سمجھنا چاہا ہے۔

درحقیقت شاہ کی زبان کا لسانی تجزیہ کرنے سے ہم سندھی زبان کی اصل نسل کو سمجھ سکتے ہیں، شاہ کے اصنافِ سخن کے غائر مطالعے سے ہم اپنے کلاسیکی ادب کے ارتقا کو سمجھ سکتے ہیں اور شاہ کی سنگیت کو پرکھنے سے ہم سندھ کی ترقی یافتہ موسیقی اور موسیقیت کو سمجھ سکتے ہیں۔ شاہ کی بیتوں کے فنی جائزے پر ان علما نے توجہ مبذول کی جن کو عربی اور فارسی علمِ عروض پر عبور حاصل ہے اور اس امر سے وہ بخوبی واقف ہیں کہ یہ ادبی روایات ہمارے ادب میں صدیوں سے موجود ہیں اور ہمارے اکثر محاورے اسی فنی روایت کا آہنگ اور پرتو لیے ہوئے ہیں۔ شاہ کے تجربات ان کے تفکر کی طرح بحر بے کراں ہیں، ان کا تجزیہ اور تحقیق ایک ضروری امر ہے اور اس امر کی بھی ضرورت ہے کہ اس کا تقابلی جائزہ لیا جائے۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی کے کلام کے حسن اور اس کی گہرائی کو سمجھنے کے لیے سندھی عوام کی زندگی اور کلچر کے بنیادی عناصر کو سمجھنا ازبس ضروری ہے، کیوں کہ شاہ جو رسالو سندھی معاشرے اور کلچر کا آئینہ دار ہے۔

مقامِ انسانیت

مولانا محمد مظہر الدین صدیقی

خدا اور انسان کے تعلق کا مسئلہ جتنا اہم ہے اسی قدر نازک بھی ہے۔ اس کتاب میں اسلامی نقطۂ نظر سے اس تعلق پر دلکش پیرایہ میں بحث کی گئی ہے۔ صفحات ۴۷ قیمت روپے

ملنے کا پتا: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور